

# امام ابن تیمیہ

۶۶۱ھ تا ۷۲۸ھ

ابن جناب عبد الرشید عساقی

(۳)

فتنہ عقائد | قرآن مجید میں ہر ایک مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت، قضاء و قدر، قیامت، بعثت بعد الموت اور جزا و سزا پر ایمان لائے۔ کیونکہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص بھی مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کے تمام اعمال کی بنیاد ابھی عقائد پر ہے۔ ان پر ایمان لائے بغیر ان کا ہر ایک عمل بیکار ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ایمان کے ساتھ ساتھ عمل پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور عقائد کی صرف انہی باتوں کو بار بار دہرا یا گیا ہے جو انسان کے دل و دماغ اور اس کے عبادات اور اعمال و اخلاق کی اصلاح اور درستگی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ عام لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیں۔

امام ابن تیمیہ یہودیہ و نصرانیت کی تردید کے ساتھ ساتھ شرک و بدعت کی تردید کی شیعہ عقائد کی حقیقت واضح کی۔ اور صوفیہ پر تنقید کی۔ اور کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں فتاویٰ تردید کی۔ اور اس تردید میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مسلک پر بڑے ملاحظہ و تنقید موقی تھی۔ مصروف نام میں ایک گروہ تھا جو شیخ ابن عربی کو نہایت بلند پایہ عارف، محقق اور امام مشرب توجید اور شیخ اکبر مانتا تھا۔

چنانچہ امام صاحب نے شیخ ابن عربی کی کتابوں خصوصاً فتوحات مکیدہ اور فصوص الحکم کا

منظر غائر مطالعہ کیا۔ اور اس کے بعد عوام کے سامنے شیخ ابن عربی کا مسلک پیش کیا۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں:

ابن عربی اور ان کے تبعین کا مسلک یہ ہے کہ وجود ایک ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں، مخلوق کا وجود خالق کا وجود ہے۔ وہ دو متغائر موجودوں کے قائل نہیں جن میں سے ایک دوسرے کا خالق ہوا، بلکہ کہتے ہیں کہ خالق ہی مخلوق ہے۔ وجود میں رب و عبد کی کوئی تفریق نہیں۔ وہاں نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی مخلوق، نہ کوئی داعی، نہ کوئی مجیب، وجود کا جب اعیان پر فیضان ہوا تو اس نے اس کے اندر ظہور کیا اور اعیان کی حیثیت سے اس میں تنوع اور تفریق پیدا ہوئی جیسے کہ روشنی مختلف الالوان نیشوں میں مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ گوسالہ پرستوں نے درحقیقت خدا ہی کی پرستش کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو جو ٹوٹا تھا تو اس بات پر کہ انہوں نے گوسالہ پرستش کی جو دراصل خدا پرستی تھی (اس لیے کہ موجود تو ایک ہی ہے) مخالفت کیوں کی۔ ان کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام ان عابدین میں سے تھے جو ہر چیز میں حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرعون اپنے اس دعویٰ میں بہر حق تھا کہ ”انا ربکم الاعلیٰ“ بلکہ وہ عین حق تھا۔

صاحب نصوص کا کہنا ہے کہ فرعون کو چونکہ (تکوینی طور پر) منصب حکومت حاصل تھا اور وہ صاحبِ وقت تھا تو اس نے بجا طور پر انا ربکم الاعلیٰ کہا۔ اس لیے کہ جب سب کسب کسی نسبت سے ارباب ہیں تو میں ان میں سب سے اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ مجھے ظاہر میں تم پر حکومت کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جادوگروں کو جب فرعون کی صداقت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کا اعتراف کیا اور کہا اقصیٰ ما انت قاصق انما تقضیٰ ہذہ الحیوۃ الدنیا (جو تمہیں فیصلہ کرنا ہو کر وہ تم اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتے ہو) اس لیے فرعون کا یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ اور فرعون عین حق پر تھا۔

لے تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۴۷ بحوالہ نصوص الحکم

ابن عربی حضرت نوح علیہ السلام پر تمقید کرتے ہیں اور ان کی کافر قوم کی تصویب و تعظیم جنہوں نے پتھروں کی پرستش کی۔ وہ کہتے ہیں کہ (ان بت پرستوں نے) درحقیقت اللہ ہی کی عبادت کی تھی۔ اور یہ طوفان دراصل معرفت الہی کی طغیانی اور اس کے سمندر کا جوش تھا جس میں وہ غرق ہوئے۔

یہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امام صاحب۔ یہ زمانے ہیں "وحدت الوجود" کے عقیدہ میں علو پیدا ہو گیا تھا اور لوگ اس سلسلہ میں عقل و اخلاق کے حدود پھلانگ گئے تھے۔ اور ایک بحرانی سوس کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر امام ابن تیمیہ نے وضاحت کی۔

"اس سلسلہ میں ایک جماعت اس کو علم کلام، فلسفہ اور تصوف سے واقفین تھی بہت زیادہ گراہ ہوئی۔ ان میں ابن سبعین، صدر الدین تونزی (تلمینہ ابن عربی)، اور یلیانی اور تلمسانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں تلمسانی اس مسئلہ کے علم و معرفت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ مذہب وحدۃ الوجود کا صرف قائل ہی نہ تھا بلکہ اس پر عمل بھی کرتا تھا۔ چنانچہ شراب پینا تھا اور حرمات کا ارتکاب کرتا تھا، کہ جب موجود ایک ہے تو حلال و حرام کی تفریق کیسی۔"

مجھ سے ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ وہ تلمسانی سے فصوص الحکم کا درس لیتے تھے۔ اور اس کو اولیاء اللہ اور عارفین کا کلام سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے فصوص کو پڑھا اور دیکھا کہ اس کے مضامین تو قرآن شریف کے صریح مخالف ہیں تو انہوں نے تلمسانی سے کہا کہ یہ کلام تو قرآن مجید کے مخالف ہے تو اس نے جواب دیا کہ قرآن تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ اس لیے کہ وہ رب و عبد کے درمیان فرق کرتا ہے۔ تو مجید تو ہمارے کلام میں ہے۔ اس کا یہ بھی مقولہ ہے کہ کشف کے ذریعہ وہ ثابت ہوا ہے جو صریح عقل کے خلاف ہے۔

امام صاحب نے اس سلسلہ میں کئی رسالے لکھے۔ جن میں صوفیہ کے عقائد و اعمالِ باطلہ کی کئی تہذیبی اور تہذیبی اور اس کے ساتھ آپ نے مصر کے شیخ ابو الفتح نصر المنبجی (م ۱۰۹۰ھ) کو ایک طویل خط لکھا، جس کی مجلس میں مشہور وحدۃ الوجود زیر بحث آیا تھا۔ اور اس نے امام صاحب پر تنقید کی تھی۔ امام صاحب نے اس خط میں تفصیل سے صوفیہ کے عقاید کی قلعی کھولی۔

امام صاحب کی اس جدوجہد سے نام نہاد صوفیہ کے اندر ایک کھلبلی سی مچ گئی اور انہوں نے امام صاحب کے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے ہوئے دلائل کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ امام صاحب کی تخریروں اور تقریروں کی غیر معمولی قوت محسوس کر رہے تھے اور بالآخر انہیں امام صاحب کی علمی جلالت کا اعتراف کرنا پڑا۔

امام ابن تیمیہ کا دور ابتلاء ایک طرف دشمن آپ کے علمی جلالت کا اعتراف کر رہے تھے اور دوسری طرف درپردہ آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے کہ حضرت امام نے صوفیہ پر جو تنقید کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس کی سزا امام کو ملنی چاہیے۔ چنانچہ حاسدوں نے اس سلسلہ میں اپنی سرگرمیوں کو شروع کر دیا تھا، جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

شیخ تقی الدین (امام ابن تیمیہ) سے فقہاء کی ایک جماعت جلا کرتی تھی۔ اس لیے

کہ حکومت کی نگاہ میں وہ وفار کے حامل تھے۔ عوام ان کے ارشادات پر سر تسلیم خم کر دیتے تھے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ تنہا انجام دینا ان کا شعار تھا۔ اسی کے باعث

وہ لوگوں میں مقبول تھے۔ ان کے اتباع کی تعداد چند ہزار سے خارج تھی۔ ان کی حمیت

مذہبی اور علم و عمل نے انہیں مسود بنا دیا تھا۔

امام صاحب کی سلطان مصر سے شکایت چنانچہ مخالفین نے جس میں ابن عربی کے معتقدین زیادہ تھے

سلطان سے شکایت کی کہ امام ابن تیمیہ صوفیہ کو بڑا بھلا کہہ رہے ہیں اور شیخ ابن عربی پر بر ملا تنقید کرتے ہیں۔ اور ان کی قدر و منزلت کو گھٹا رہے ہیں۔ اور ان کے افکار و آراء کا تار پود بکھیر رہے ہیں

۱۔ امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکبی صفحہ ۳۴۲

۲۔ حیات ابن تیمیہ ابو زبیر، بحوالہ البدایۃ والنہایہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۷

اس لیے ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ امام صاحب کو ان پر نکتہ چینی کرنے اور تنقید کرنے سے روک دیا جائے۔

ابن تیمیہ مصر میں | ۵ رمضان ۷۵۰ھ کو امام ابن تیمیہ کی طلبی کا فرمان دمشق پہنچا۔ چنانچہ امام صاحب اس شاہی فرمان کے بعد دمشق سے روانہ ہوئے اور ۲۲ رمضان کو آپ مصر پہنچے۔ حضرت امام کے پہنچنے سے قبل حنا لیبین کی شکایت پر سلطان قاضی القضاة بدرالدین بن جماعہ الشافعی کو حکم دے چکا تھا کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کے لیے فیصلہ کریں۔

۱۰۔ اشوال کی منگول کے دن قاہرہ میں ایک مجلس منعقد ہوئی، جس میں بہت سے علمائے کرام شامل تھے۔ شافعی عدالت کے سامنے امام ابن تیمیہ پر الزامات لگائے گئے اور عدالت سے انصاف کا مطالبہ کیا گیا۔ امام صاحب نے ان سب الزامات کی تردید کی اور ہر مسئلہ کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیا۔ دلائل اتنے واضح تھے کہ مدعی سے ان کا جواب نہ بن سکا۔ جرح کے سلسلہ میں مسئلہ استغاثہ پر بھی بحث ہوئی۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ امام صاحب نے اس مسئلہ پر مدلل تقریر کی اور اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔ اس پر لوگوں میں اختلاف پائے پیدا ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن قاضی القضاة بدرالدین بن جماعہ نے کہا: یہ خلاف ادب ہے اور اس کی سزا انہیں ضرور ملنی چاہیے۔ مگر دوسرے علمائے کرام اس حجت میں نہیں تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام صاحب کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

امام صاحب کی دوبارہ شکایت | جب اس مجلس میں مخالفین کا زور نہ چلا تو انہیں بہت تشویش ہوئی۔ کہ ہمارا دار خالی گیا ہے۔ اس لیے انہوں نے سلطان سے دوبارہ شکایت کی۔ حکومت نے مجبوراً ہو کر حضرت امام کے سامنے تین شرطیں پیش کیں۔

- ۱۔ وہ قاہرہ سے دمشق چلے جائیں اور وہاں چند شرط کے تحت زندگی بسر کریں۔
- ۲۔ قاہرہ سے اسکندریہ چلے جائیں اور وہاں چند شرط کے تحت زندگی گزاریں۔

۱۔ امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن صفحہ ۳۴۵

کے مقالاتِ شبلی جلد پنجم صفحہ ۷۲

۴۔ اگر یہ دونوں شرطیں منظور نہیں تو جیل جائیں گے۔

چنانچہ شیخ الاسلام نے تیسری شرط کو منظور کیا اور امام صاحب داخل زندان ہوئے، اور حضرت امام کے جیل جانے سے حنا بلہ پر بھی آفت آگئی۔ جیسا کہ عذامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

امام ابن تیمیہ کے جیل جانے سے دیار مصر میں حنا بلہ کو بہت زیادہ امانت اور

ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔

غرض امام صاحب جیل چلے گئے۔ مگر اس کے ساتھ امام صاحب کا احترام قائم رہا۔ خدام کو ان کے

ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔ ہر شخص ان کے پاس آنے جانے کا مجاز تھا۔ چنانچہ مشکل مشکل فتوے لوگ لے کر آتے تھے اور امام صاحب ان کے جواب لکھتے تھے۔ اکثر لوگ برکت کی غرض سے طے جاتے تھے۔ خاص

ان کے باران صحبت کو بھی آزادی حاصل تھی۔ بے تکلف ان سے مل سکتے تھے۔

مشروط رہائی کی پیشکش | امام ابن تیمیہ ایک سال تک سجن دزدان کے مصائب برداشت کرتے

رہے۔ آخر حنا بلہوں کے ضمیر میں خلش پیدا ہوئی۔ اور امام صاحب کو رہا کرنے کا مسئلہ زیر غور آیا۔

آخر یہ فیصلہ ہوا کہ امام صاحب کو رہا کیا جائے۔ لیکن چند شرائط کے ساتھ۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنے بعض

عقائد سے رجوع کر لیں۔ چنانچہ امام صاحب کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے مشروط رہائی قبول کرنے

سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس آدمی ۶ دفعہ آئے۔ مگر آپ نے انکار کیا۔ جیسا کہ

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

آخر یہ لوگ حصول مقصد میں ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔

اور حضرت امام صاحب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں ان پر خود غلط ناموں سے صاف

صاف کہہ دیا۔

۱۔ امام ابن تیمیہ محمد یوسف کو کن صفحہ ۳۲۶۔

۲۔ حیات ابن تیمیہ البوزہرہ صفحہ ۱۱۰۔ بحوالہ البدایہ والنہایہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۸۔

۳۔ مقالات مشبلی جلد پنجم صفحہ ۴۲۔

۴۔ حیات ابن تیمیہ البوزہرہ صفحہ ۱۱۱۔

۱۲۱ - ۱۲۲

اَلرَّحْمٰنِ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ

(ہر لوگ جس طرف مجھے بلا رہے ہیں اس کے مقابلے میں جیل کی زندگی میرے لیے کہیں زیادہ

مرغوب اور پسندیدہ ہے)

امام صاحب کو جیل میں رہتے ہوئے ۱۸ ماہ گذر گئے۔ لیکن آپ نے مشروط رہائی کو قبول نہ کیا۔

آخر ایک عرب امیر ابن عیسیٰ کی کوشش سے آپ کو غیر مشروط رہائی ملی۔

امام صاحب پھر جیل میں رہائی کے بعد امام صاحب کا مصر میں طویل قیام کا ارادہ نہ تھا۔ مگر

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ امام صاحب کا قیام مصر میں اپنے اندازے سے زیادہ ہو گیا

اس قیام کے دوران آپ نے درس و تعلیم اور وعظ و تدریس کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ اور آپ کے

قیام مصر کے دوران میں یہ مشاہدات آپ کے سامنے آئے کہ مصر میں سب سے زیادہ قومی اور نوانا گروہ

صوفیہ کا ہے۔ یہ لوگ دھڑا الیہود سے قائل تھے۔ خالق اور مخلوق میں کسی تفریق کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ

امام ابن تیمیہ نے ان صوفیوں کے عقائد باطلہ کی پُر زور تردید کی۔ اور کتاب و سنت اور فقہ اسلامی

کی روشنی میں واضح دلائل سے ثابت کیا کہ یہ خیالات فاسدہ رکھنے والا دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ ساری اور مخالفین نے سازش کر کے امام صاحب کو دوبارہ جیل بھجوا دیا۔ اگلے سال شمال

میں سلطنت نے امام صاحب کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ اور آپ کو اسکندریہ طلب کیا۔

(باقی)

لے حیات ابن تیمیہ البوزہ ۵ صفحہ ۱۱۵

۱۲۱ صفحہ ایضاً